اُس لشکر کی صفات کہ اللہ کی طرف سے جس کی مدد کی گئی - غزوۂ بدر کی روشنی میں

الوعی العدد 400-401

حضرت معاذ بن رفاعہ بن رافع الزرقی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جو اصحابِ بدر میں سے تھے: «جاء جبرئيل الى النبى فقال: معا تعدون اهل بدر فيكم؟ قال: من افضل المسلمين او كلمة نحوها. قال: وكذلك من شهد بدرا من الملائكة» " حضرت جبرائیلؑ نبی کریمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اہلِ بدر کو آپ اپنے یہاں کیسا سمجھتے ہیں؟ آپﷺ نے فرمایا "وہ مسلمانوں میں سب سے افضل ہیں"۔ یا آپﷺ نے اس طرح کوئی اور الفاظ ارشاد فرمائے۔ جبرائیلؑ نے عرض کی: اسی طرح کا مقام ہے فرشتوں میں ان فرشتوں کا جنھوں نے جنگِ بدر میں شرکت کی۔ (صحیح بخاری)

غزوۂ بدر 17 رمضان 2 ہجری میں واقعہ ہوا، اس کے نتائج کفار پر بجلی بن کر نازل ہوئے اور زلزلے کی طرح برپا ہوئے، جس کی وجہ سے حق و باطل کے درمیان فکری اور مادی جدوجہد کے رخ پر سب سے بڑا اثر پڑا۔ 15 اسلام کے آغاز کے 15 سالوں بعد مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی طاقت بڑھ گئی اور اسلام کی آواز بلند ہوگئی اور ان کے دین کے باعث اور ان کی جانوں کی قربانی کی بدولت ان کے وزن اور رعب و دبدبے میں اضافہ ہوگیا۔ اس سے پہلے کفار نے مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کو دبا رکھا تھا۔ لیکن اب قریش کا دبدبہ ٹوٹ گیا، قریش اور اس کے اتحادی مسلمانوں کے لشکر کے ہاتھوں ذلیل و رسوا ہوگئے۔ یہ لشکر ابوسفیان کے قافلے کو روکنے کے لیے نکلا تھا جو شام سے آرہا تھا، نہ کہ کسی باقاعدہ حربی سے جنگ کیلئے۔ مگر اللہ کا ارادہ ظاہر ہوا جو چاہتا تھا کہ قریش کے ظلم و فساد کو روکے، اور مسلمانوں اور قریش کے درمیان ایک حقیقی معرکہ اور باقاعدہ فوجی تصادم وقوع پذیر ہو، باوجود اس کے کہ دونوں فریقوں میں تعداد کے اعتبار سے بہت فرق تھا۔ ہم روشنی ڈالیں گے اس لشکر کی صفات پر جس کی اللہ تعالیٰ نے مدد کی اور یہاں ان اسباب کا بھی ذکر کریں گے جس کی وجہ سے مسلمان غزوۂ بدر میں مدد کے مستحق ہوئے۔ ان میں سے دو حقائق کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

اوّل: بیشک مدد اللہ کا احسان ہے اور وہ احسان کرتا ہے اپنے بندوں پر اپنی مدد کے ذریعے کہ جو اس کے مستحق ہوتے ہیں۔ اور مدد صرف اللہ ہی طرف سے ہو سکتی ہے، مسلمانوں کی تعداد کتنی ہی کیوں نہ ہو، اگر اللہ کی مدد ساتھ نہ ہو تو یہ تعداد ان کے کام نہیں آسکتی۔ اللہ فرماتا ہے: **وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلاَّ بُشْرَى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلاَّ مِنْ عِندِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ** "ہم نے اسے نہیں بنایا مگر ایک خوشخبری تاکہ تمھارے دل مطمئن ہو جائیں اور مدد صرف اللہ کی طرف سے ہے بیشک اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے"۔

لہٰذا مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس حقیقت پر ایمان لے کر آئیں کہ حقیقی مدد صرف اور صرف اللہ ہی کی طرف سے ہو سکتی ہے اور یہ حقیقت ان عقائد میں سے ہے جن پر ایمان لانا فرض ہے اور مسلمان جو تیاری کرتے ہیں اور منصوبہ بندی کرتے ہیں تو وہ لازمی امر ہے مگر یہ ایک مختلف تشریعی معاملہ ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے کہ وہ انسان ہونے کے ناطے اپنی استطاعت کے مطابق مدد کے اسباب کو اختیار کریں۔

مگر فتح کیلئے اسباب پر اعتماد اور انحصار کرنا درست نہیں، اللہ فرماتا ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ** "اے ایمان والو! اللہ (کے دین) کی مدد کرو، وہ تمھاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا"۔

تو مدد صرف اور صرف اللہ ہی کی ہے اور یہ حقائق میں سے ہے، اور مسلمانوں کا نصر (مدد) کے اسباب کو اختیار کرنا حقیقت میں اللہ کی اطاعت کرنا ہے اور ان اسباب کو اختیار کرنا شرط ہے کہ اس کے بغیر نصر حاصل نہیں ہو سکتی، البتہ اسباب کے ہونے سے فتح کا ہونا لازم نہیں ہے۔

دوم: وہ مدد جو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر میں نازل کی وہ صرف اہلِ بدر کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو سنت ہے، ایسی سنت جو نہ تبدیل ہوتی ہے اور نہ متغیر ہوتی ہے۔ تو ہر اسلامی لشکر جس میں بدر کے لشکر کی صفات پائی جائیں گی، اللہ پر حق ہے کہ ہر زماں و مکاں میں اس کی مدد کرے جیسا کہ اللہ نے اہلِ بدر پر اپنی مدد نازل کی۔ بلاشبہ اللہ نے ماضی میں کئی جگھوں پر مسلمانوں کی مدد کی، بدر میں بھی اور بدر کے علاوہ بھی، اور ایسے معرکوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم ان صفات پر غور کریں کہ جن کی وجہ سے وہ لوگ مدد کے مستحق ٹھہرے۔

بدر کا لشکر اور اسلامی ریاست:

رسول اللہﷺ نے مدینہ میں اسلامی ریاست کو قائم کیا اور مکہ سے آپ ﷺ اور مسلمانوں کا ہجرت کرنا ایک نئے دور کا آغاز تھا، جس میں اسلام اور کفر کے مابین تصادم کی نوعیت کا تعین ہوا۔ مدینہ ہجرت کے بعد یہ جدوجہد سیاسی اور فکری دائرے سے عسکری جدوجہد کی طرف منتقل ہوگئی، جس کا مقصد تمام کفر کو اسلام کے تابع لانا تھا، رضاکارانہ طور پر یا بزور شمشیر لوگوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں لانے کیلئے اور باقی ادیان کے ظلم سے اسلام کے عدل کی طرف لانے کے لیے۔ پس اسلامی ریاست کی بنیاد رکھنے کے فوراً بعد اس کی ابتداء ہوگئی۔ اسلامی ریاست مسلمانوں کا وہ سیاسی ڈھانچہ ہے جس کے ذریعے داخلی طور پر اسلام کے احکامات کے مطابق معاملات کی دیکھ بھال کی جاتی ہے اور خارجی طور پر جہاد کے ذریعے اسلامی دعوت کو تمام عالم تک پہنچایا جاتا ہے۔ اسلامی دعوت کو تمام عالم تک لے جانے کا شرعی طریقہ جہاد ہے اور یہ اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی کا حصہ ہے اور جہاد فوجی طاقت، فوج اور اس ریاست کے بغیر کامل طور پر نہیں ہو سکتا، جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کیلئے لشکروں اور فوجیوں کو بھیجتی ہے، اس لیے کسی بھی گروہ کو فوج نہیں کہا جاسکتا اور اس میں لڑائی کے لیے درکار

عسکری صفات نہیں پائی جاتیں جب تک یہ فوج کسی سیاسی فیصلے، ریاست اور خلیفہ کے فیصلے کے ذریعے قائم نہ ہو اور یہ فوج جنگ اور امن کے فیصلے کیلئے اس شخص کی پابند ہوتی ہے جس کے ہاتھ میں اقتدار ہوتا ہے، یعنی مسلمانوں کا خلیفہ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ (صحیح بخاری) "مجھے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک وہ گواہی دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے حاکم ہونے کے ناطے اور ریاست کے سربراہ ہونے کے ناطے ابوسفیان کے قافلے کو روکنے کا فیصلہ کیا اور قافلے کے تعاقب کو لڑائی میں تبدیل کرنے اور قریش کے ساتھ فوجی محاذ آرائی کے بعد جنگ میں جانے کا فیصلہ بھی ریاست ہی نے کیا۔ ریاست ہی ہے جو فوجوں کو لڑائی کیلئے نکالتی ہے تاکہ وہ اپنا مشن سرانجام دیں ان اصولوں کے مطابق جو انہیں بتائے گئے ہوتے ہیں۔ ابن عمر سے روایت ہے کہ «بَعَثَنا رَسولُ اللَّهِ ﷺ فِي سَرِيَّةٍ، فَحاصَ النَّاسُ حيصةً، فَقَدِمنا المدِينَةَ فاختَبَأْنا بِها، وقُلنا: هَلَكنا، ثُمَّ أَتَينا رَسولَ اللَّهِ ﷺ فَقُلنا: يا رَسولَ اللَّه، نَحنُ الفَرَّارونَ، قال:» بَل أَنتُمُ العَكَّارونَ، وَأَنا فِئَتُكُم» (سنن ترمذی، حدیث حسن) "اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں سریہ میں بھیجا، تو لوگ وہاں سے فرار ہوئے اور مدینہ میں آ چھپے اور ہم نے کہا کہ ہم تو (اس گناہ کی وجہ سے) ہلاک ہو گئے۔ تو ہم نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ہم تو فرار ہونے والوں میں سے ہو گئے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا تم تو عکارون ہو اور میں تمہارا پشت پناہ ہوں"۔ عکار اس کو کہتے ہیں جو اپنے امام سے مدد کیلئے آئے نہ کہ اس کا ارادہ جنگ سے فرار ہونے کا ہو۔ آج مسلمانوں میں ایسے لشکر نہیں جیسا کہ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کا لشکر تھا باوجود یہ کہ آج ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، مسلمانوں کے لشکر تو موجود ہیں لاکھوں میں لیکن وہ امام جو کہ ڈھال ہوتا ہے یعنی مسلمانوں کا خلیفہ وہ کہاں ہے؟ جو مسلمانوں کے شہروں پر قبضہ کرنے والے کافروں سے لڑنے کیلئے ان لشکروں کو حرکت میں لائے۔ اسلامی خلافت کی عدم موجودگی میں مسلم لشکروں کو بیرکوں میں روکا گیا ہے، اس کے سپاہی اور افسر بس مہینے کے آخر میں اپنی تنخواہیں وصول کرتے ہیں، بجائے یہ کہ ان کے پاؤں فلسطین، شام اور روہنگیا کے مسلمانوں کی مدد کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں گرد آلود ہوں۔ بلکہ استعماری کافروں نے اپنے کٹ پتلی حکمرانوں کے ذریعے ان لشکروں کو فتنے میں ڈال رکھا ہے، یہ افواج ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہیں اور کئی مرتبہ مسلمانوں کے بیٹوں کو قتل کرتی ہیں، جیسا کہ مصر میں التحریر چوک Tahrir Square اور رابعہ العدویہ چوک میں ہوا اور شام میں کہ جہاں بشار کی بعث پارٹی کے کرائے کے قاتلوں اور ایرانی ملیشیا نے شام کے مسلمانوں پر ظلم ڈھائے، وہ مسلمان کہ جو مجرم بعث حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔۔۔ ان غدار حکمرانوں نے مسلم افواج کو دہائیوں سے بیرکوں میں بند کر رکھا ہے جبکہ وہ ان افواج کو اجازت نہیں دیتے کہ وہ اپنی بندوقوں کا رخ یہودیوں کی طرف کریں، وہ یہودی جو ہماری ارضِ مقدس فلسطین پر قابض ہے۔

فیصلہ کن قیادت اور محتاط منصوبہ بندی:

ابوسفیان کے ایک قافلے کے زندہ بچ جانے کے بعد اور قریش کے ابوسفیان کے قافلے کی مدد کے لیے نکلنے کے بعد یہ بات حضور اکرم ﷺ کے لیے لازمی ہوگئی کہ وہ کفار کا سامنا کریں، تاہم آپ ﷺ باقاعدہ جنگ کیلئے نہیں نکلے تھے اور نہ ہی اپنے ساتھ زیادہ مجاہدین لے کر آئے تھے اور ریاست کے صدر مقام مدینہ منورہ سے دوری کی وجہ سے مزید تعداد طلب کرنے کا امکان مشکل ہو تھا۔ صورت حال نازک تھی، اگر مسلمان قریش کے سامنے سے پلٹ جاتے تو قریش کہتے محمد اور اس کے ساتھی قریش کا سامنا کرنے سے فرار ہو گئے ہیں اور اس میں مسلمانوں کے وقار اور ان کی ابھرتی ہوئی ریاست کی بے عزتی تھی بلکہ اس میں خود مسلمانوں کے دلوں میں بھی مسلمانوں کے نظریے کی طاقت پر سوال اٹھتے اور دوسری طرف قریش خوش ہو جاتے اور پھول کر اپنے لوگوں میں واپس لوٹتے اور اپنی تلواروں سے اپنے بتوں کے سامنے کھیل تماشے کرتے اور ان کے شاعروں مسلمانوں کے خلاف اپنے اشعار اور فتح کے گیت گاتے۔ تمام عرب، یہود اور منافقین نے کہنا تھا کہ محمد ﷺ قریش کا سامنا کرنے سے ڈر کر اپنے صحابہ کے ہمراہ پلٹ گئے جہاں سے وہ آئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ یہ کہتے ہوئے کھڑے ہوئے "لوگوں میری طرف توجہ دو" تو ابو بکر صدیقؓ اور مقداد بن اسودؓ نے جواب دیا، تو رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ فرمایا "لوگوں میری طرف توجہ دو" گویا کہ حضور ﷺ کی اس بات سے انصار مراد تھے، وہ انصار جنہوں نے عقبہ کے دن اس بات پر بیعت کی تھی کہ آپ ﷺ کی ان چیزوں کے ذریعے حفاظت کریں گے جن سے وہ اپنے بچوں اور عورتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ جب انصار نے محسوس کیا کہ ان کی رائے معلوم کرنی ہے تو سعد بن معاذؓ رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ ہماری رائے جاننا چاہ رہے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "ہاں" تو حضرت سعد نے فرمایا بلاشبہ ہم آپ پر ایمان لے کر آئے اور عہد کیا کہ ہم آپ کی اطاعت کریں گے تو بتائیں کہ اللہ کے رسول ﷺ آپ کا کیا ارادہ ہے، ہم آپ کے ساتھ ہیں، اگر آپ ہمیں سمندر میں جانے کا حکم دیں گے تو ہم آپ کے ساتھ اس میں بھی اتر جائیں گے اور ہمارا کوئی بھی آدمی پیچھے نہ رہے گا اور ہم ناپسند نہیں کرتے کہ کل اپنے دشمن سے ملیں۔ حضرت سعدؓ نے اپنی بات مکمل نہیں کی تھی کہ آپ ﷺ کا چہرہ خوشی سے روشن ہو گیا اور فرمایا "چلو اور خوشخبری سنو کہ اللہ نے مجھے دو گروہ میں سے ایک گروہ کا وعدہ کیا ہے"۔ اس انداز سے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعے مسلمانوں کی ہمت کو بلند کر دیا۔ رسول اللہ نے بطور قائد ابو بکرؓ، مقدادؓ اور سعد بن معاذؓ کے ذریعے انصار اور مہاجرین کی رضامندی اور خوشی سے لڑنے کا فیصلہ حاصل کیا۔ اب اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ضروری نکات پر توجہ مرکوز کی، دشمن کے مقام، تعداد اور فوج کے پڑاؤ اور معرکہ کی جگہ کا تعین اور انٹیلی جنس معلومات کے ذریعے جنگی منصوبہ تیار کیا۔

ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ محمد بن یحیٰ ابن حبان نے ہم سے روایت کیا: رسول اللہ ﷺ ایک بوڑھے عرب کے پاس پہنچے اور ان سے قریش کے متعلق دریافت کیا، اور یہ کہ محمد اور اس کے ساتھی اس وقت کہاں ہیں اور ان کے متعلق کیا خبر ہے۔ اس بوڑھے شخص نے جواب دیا: میں اس وقت تک تمہیں مطلع نہیں کروں گا جب تک تم دونوں مجھے اپنے متعلق مطلع نہیں کروگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیں خبر دو ہم تمہیں اپنی خبر دیں گے۔ اس نے کہا: کیا یہ اس کے بدلے میں ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اس بوڑھے شخص نے کہا: میں نے سنا ہے کہ محمد اور اس کے ساتھی فلاں اور فلاں دن کو روانہ ہوئے۔ اگر یہ بات درست ہے تو انہیں آج فلاں اور فلاں مقام پر ہونا چاہئے (اور اس نے اس مقام کی طرف اشارہ کیا جہاں رسول اللہ ﷺ موجود تھے)۔ اور میں نے سنا ہے قریش فلاں اور فلاں دن کو روانہ ہوئے۔ اگر یہ درست ہے تو آج نہیں اِس اور اِس مقام پر ہونا چاہئے (اور اس کی مراد وہ جگہ تھی

جہاں وہ واقعتاً موجود تھے)۔ جب اس نے اپنی بات مکمل کر لی تو اس نے کہا: اب تم مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا: ہم پانی سے ہیں۔ اور یہ کہہ کر روانہ ہو گئے۔۔۔ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں: میں بنو سلمہ کے ایک آدمی سے روایت کرتا ہوں کہ خباب بن منذر الجموح نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: کیا اس جگہ کے متعلق اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ (لڑائی کے لیے لشکر کا) پڑاؤ یہاں ڈالیں، اس طرح کہ آپ نہ اس سے آگے بڑھ سکتے ہیں اور نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں، یا پھر یہ رائے اور جنگی حکمتِ عملی کی بنا پر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ یہ رائے اور جنگی حکمت عملی کی بنا پر ہے۔ خباب بن منذر نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ رکنے کی جگہ نہیں۔ اپنے لوگوں کے ساتھ آگے بڑھیں یہاں تک کہ ہم دشمن کے نزدیک ترین پانی کے پاس پہنچ جائیں اور وہاں پڑاؤ ڈالیں اور پھر ہم اس سے پرے کنوؤں کو ناکارہ کر دیں اور ایک حوض بنالیں کہ جس سے ہم وافر پانی پی سکیں اور پھر ہم دشمن سے لڑیں، اس طور پر کہ ہم پانی پی سکیں گے جبکہ ہمارا دشمن پانی کے بغیر ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے درست رائے دی۔۔۔ ابنِ اسحاق نے روایت کیا کہ عبد اللہ بن ابو بکرؓ نے بیان کیا کہ سعد بن معاذؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ہم آپ کے لیے کھجور کی شاخوں سے ایک چھپر بنا دیتے ہیں کہ جہاں آپ قیام کریں اور آپ کا اونٹ تیار موجود ہو۔ پھر ہم دشمن سے لڑیں۔ اگر اللہ نے فتح عطا کی تو یہ وہ ہے جو ہماری چاہت ہے، اور اگر نتیجہ ہمارے حق میں برا نکلا تو آپ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر ہمارے ان لوگوں سے جا ملیں جو (مدینہ میں) پیچھے رہ گئے ہیں۔ کیونکہ اے اللہ کے رسول! وہ آپ سے اتنی ہی محبت کرتے ہیں جتنی ہم کرتے ہیں۔ اگر انہیں معلوم ہوتا کہ آپ لڑنے جا رہے ہیں تو وہ پیچھے نہ رہتے۔ اللہ ان کے ذریعے آپ کا تحفظ کرے گا۔ وہ آپ کو امور میں مشورہ دیں گے اور آپ کے ساتھ مل کر قتال کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی تعریف کی اور ان کے حق میں دعا فرمائی (سیرۃ ابنِ ہشام جلد اول صفحہ 616-621)۔

پھر آپ ﷺ نے اپنے لشکر کے صفوں کو درست کرنا اور ترتیب دینا شروع کیا۔ محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صفوں کو سیدھا کیا اور ان صفوں کو گِنا اور ان کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس کے ذریعے وہ لشکر کو برابر کر رہے تھے تو جب وہ سواد بن غزی کے پاس سے گزرے جو کہ بنی عدی بن نجار کے حلیف تھے، وہ سب سے باہر تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے پیٹ پر چھڑی ٹہوکا لگایا اور فرمایا کہ "سیدھے ہو جاؤ، اے سواد بن غزی" (تاریخ طبری ج۔2 ص 446)۔ رسول اللہ ﷺ نے لشکر کے آخری حصے پر قیس بن ابی صعصعہ اور عمر بن زید کو مقرر کیا۔ (المتاع الاسماع، اص 84)۔ غزوۂ بدر کی منصوبہ بندی کے مقابلے میں آج ہم مسلمانوں کی حقیقت کو 180 ڈگری پر دیکھتے ہیں کیونکہ ان کے پاس کوئی پختہ قیادت، کوئی فوجی منصوبہ بندی نہیں اور کوئی ایسا نہیں جو اس کے لیے عرق ریزی کرے۔ مسلمانوں کے حکمران خائن ہیں جو مسلمانوں کو اور ان کے ملکوں کو استعماری کافروں کے حوالے کیے ہوئے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کیسے خائن حافظ الاسد نے جنگ کے دوران قنیطرہ پر یہود کے قبضے کا اعلان کیا اس سے قبل کہ یہود اس پر قبضہ کرتے۔ کیسے اردن کے شاہ حسین نے یہودیوں سے مقابلے پر اپنی فوجوں کو فرار کر دیا اور وہ یہود کی راہ سے ایک بھی میزائل فائر کیے بغیر ہٹ گئے۔ اور کیسے مصر کے انور سادات نے مسلمانوں سے غداری کی اور انہیں جنگ روکنے کا حکم دیا اگرچہ وہ بارلیو لائن Bar Lev Line کو عبور کرنے میں کامیاب ہو چکے تھے اور نہر سویز کو بھی عبور کر چکے تھے۔ اور زیادہ دور کی بات نہیں اردگان کی قیادت کو ہی دیکھ لیں جس نے شام میں مسلمانوں کی پیٹ میں چھرا گھونپا اور آپریشن فرات شیلڈ کو شروع کر کے شام کی حکومت مدد کی کہ وہ الیپو Aleppo پر کنٹرول حاصل کر لے۔ حکمرانوں کی خیانتوں کی فہرست طویل سے طویل تر ہو رہی ہے، لیکن بہر حال ظلم کی رات جتنی مرضی لمبی ہو مگر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت کی صبح ضرور طلوع ہو گی، جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے فکر مند ہو۔

بدر کے لشکر کی جہادی ثقافت:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ حَرِّضِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ عَلَى ٱلۡقِتَالِۚ** "اے نبی ﷺ مسلمانوں کو قتال پر ابھاریئے"۔ تحریض کے لغوی معنی ہیں بہت زیادہ ابھارنا (فتح القدیر، جلد 2 صفحہ 370)۔ انس بن مالکؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس جنت کی طرف بڑھو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے۔ عمیر بن حمام الانصاری نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ایسی جنت کہ جس کی چوڑائی آسمان اور زمین جتنی ہے؟! آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، تو انہوں نے: واہ واہ۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: تمھیں کس چیز نے یہ کہنے پر ابھارا۔ عمیرؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! بس ایک اُمید ہے کہ کاش میں اس کے مکینوں میں سے ہوتا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تم انہی میں سے ہو۔ انہوں نے اپنی کھجوریں کھاتے ہوئے فرمایا: اگر میں زندہ رہوں اور اپنی کھجوروں کو ختم کروں تو یہ بہت لمبی زندگی ہے۔ پس انہوں نے اپنی کھجوریں پھینک دیں اور جنگ میں کود پڑے، یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔ یہ نصوص دلالت کرتی ہیں کہ فوج کو جہادی ثقافت دنیا ایک فرض ہے اور اسے فوجی علوم کا حصہ ہونا چاہئے اور جہاد اسلام کی دعوت کو دوسری اُمتوں لے جانے کا ذریعہ ہے۔ بدر کا لشکر اس ثقافت کے اثر کا عملی نمونہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں قتال کے لئے ابھارا اور آپ ﷺ نے دشمن کے خلاف صبر اور ثابت قدم رکھنے کی تلقین کی اور صحابہ کو جہاد کے اجر کے متعلق بتایا اور یہ کہ اللہ کے راستے میں شہادت کا درجہ کیا ہے۔ اور مسلمان اس حال میں میدانِ جنگ میں اترے کہ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے جنت کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ اور وہ شہادت کے حصول کے لیے اس طرح صفیں بنا رہے تھے جیسے نماز کے لیے صفیں بنائی جاتی ہیں۔ مشکلات اور سختیاں ان کی نظر میں آسان ہو گئیں اور وہ کسی ہچکچاہٹ کے بغیر دشمن کا سامنا کرنے کے لیے تیار تھے۔ دیکھیں کس طرح عمیر بن حمامؓ نے اپنی کھجوریں پھینک دیں اور جنگ میں کود گئے اور کفار سے لڑتے ہوئے شہادت کو گلے لگا لیا۔۔ دیکھیں کس طرح معوذ بن ارفع اور معاذ بن عمرو بن جموح ابو جہل کی طرف لپکے اور اسے اس کے گھوڑے سے نیچے گرا دیا اگرچہ بنو مخزوم درختوں کے جھنڈ کی طرح اسے گھیرے میں لیے ہوئے تھے۔ اور دونوں لڑکوں میں سے ایک نے کہا: اللہ کی قسم! ہمارے جسم اس کے جسم سے الگ نہیں ہوں گے جب تک کہ ہمارے اور اس کے انجام فیصلہ نہ ہو جائے۔

اس کے برعکس عرب لشکروں کی ثقافت، کہ جو 1967 میں میں یہودیوں سے ہار گئے تھے، جہادی جنگی ثقافت نہیں تھی۔ بلکہ وہ ایک قومی یا وطنی ثقافت تھی جو دشمن کی قوت وطاقت کے اثر کو کم کرنے کی بجائے اسے بڑھاوا دیتی ہے۔ یہ وہ وجہ تھی کہ زیادہ تر عرب فوجی ایک متزلزل ہمت وارادے کے ساتھ اپنے دشمن سے لڑنے کے لیے اترے اور وہ چند دن بھی یہودی فوج کے سامنے ٹِک نہ سکے، اس جنگ کے ڈرامے کے دوران کہ جو رچایا گیا تھا، کہ جس کے نتیجے میں انہوں نے شرم اور ذلت کے ساتھ فلسطین کی بابرکت سرزمین کو یہودی وجود کے حوالے کر دیا۔

آج دہشت گردی اور اسلام کے خلاف دہشت گردی کا پروپیگنڈہ مسلم افواج کی جنگی ثقافت میں سب سے نمایاں ہے جس نے ان افواج کو ہیجان میں مبتلا کر دیا، مسلمانوں نے مسلمانوں کو قتل کیا، ان کے سادات جان سے ہاتھ دھو بیٹھے بجائے یہ کہ یہ سب مسلم افواج امریکہ، رشیا اور یہودی وجود کا سامنے کرنے کے لیے ایک ہی صف میں کھڑیں ہوتیں۔ یوں جہاد فی سبیل اللہ معطل ہو گیا، فلسطین ہاتھ سے نکل گیا، افغانستان مقبوضہ ہو گیا، مشرقی ترکستان اور کریمیا پر قبضہ ہو گیا۔ ہمارے علاقے، ہماری فضا اور ہمارے سمندر استعماری کفار کی تفریح گاہ بنے ہوئے ہیں جبکہ مسلمانوں کی افواج ان کی نقل و حرکت کو بس دیکھتی ہیں اور ان کے ظلم و جارحیت کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاتیں بلکہ ذلت و رسوائی کا یہ عالم ہے کہ وہ انہیں جارح دشمن ممالک کی افواج کے ساتھ جنگی مشقیں کرتی ہیں، اور یمن، شام، عراق اور افغانستان میں مسلمانوں کے قتل کے حکم کو نافذ کرتی ہیں۔

بدر کی آرمی اور اسلامی عقیدہ:

اس اسلامی برادری کی طرح جو مدینہ میں اسلامی عقیدہ اور ثقافت کی بنیاد پر تشکیل پائی تھی، بدر کی فوج بھی اسلامی عقیدہ پر تشکیل پائی تھی یہ فوج مہاجرین اور انصار، اوس و خزرج کے لوگوں پر مشتمل تھیں لیکن اس فوج میں سب برابر تھے، کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں تھی سوائے تقویٰ کی بنیاد پر اور یہ سب قومیت کو پیچھے چھوڑ کر ایک جھنڈے تلے جمع ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَإِن يُرِيدُوٓاْ أَن يَخۡدَعُوكَ فَإِنَّ حَسۡبَكَ ٱللَّهُۚ هُوَ ٱلَّذِيٓ أَيَّدَكَ بِنَصۡرِهِۦ وَبِٱلۡمُؤۡمِنِينَ ٦٢ وَأَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوبِهِمۡۚ لَوۡ أَنفَقۡتَ مَا فِي ٱلۡأَرۡضِ جَمِيعٗا مَّآ أَلَّفۡتَ بَيۡنَ قُلُوبِهِمۡ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ أَلَّفَ بَيۡنَهُمۡۚ إِنَّهُۥ عَزِيزٌ حَكِيمٞ** سورۃ الانفال 62-63)، "اگر وہ آپ ﷺ سے خیانت کا ارادہ کریں تو اللہ آپ کیلئے کافی ہے۔ وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے اور مومنوں کے ذریعے آپ کی تائید کی۔ ان کے دلوں میں الفت ڈال دی، اگر آپ خرچ کرتے تب بھی آپ ان کے دلوں میں الفت پیدا نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن اللہ نے ان کے دلوں میں الفت پیدا کی بیشک وہ زبردست حکمت والا ہے"۔ یہاں تک مہاجرین اپنا نسب تک بھول گئے مسلمانوں کے مولا اور غلام قریش کی تباہ کاریوں کے خلاف جنگ میں آگے بڑھے ان کے تلواریں اللہ کے دشمن کو مارنے میں لگ گئیں، کفار سے قتال کرنے کیلئے وہ ایک صف میں جمع ہو گئے یہاں تک ان کے سامنے کوئی اپنا ہی کیوں نہ ہو۔ ابن عساکر نے ابنِ سرین سے روایت کیا ہے عبد الرحمٰن بن ابو بکر بدر کے دن مشرکین کے ساتھ تھے، تو جب وہ اسلام لائے انہوں نے اپنے والد سے کہا آپ بدر کے دن میرے سامنے آ گئے تھے پھر میں نے آپ کو چھوڑ دیا اور آپ کو نہیں مارا۔ تو ابو بکرؓ نے فرمایا اگر تم میرے سامنے آتے تو میں تمھیں نہیں چھوڑتا اور اللہ کا قول ہے: **لَّا تَجِدُ قَوۡمٗا يُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ يُوَآدُّونَ مَنۡ حَآدَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَوۡ كَانُوٓاْ ءَابَآءَهُمۡ أَوۡ أَبۡنَآءَهُمۡ أَوۡ إِخۡوَٰنَهُمۡ أَوۡ عَشِيرَتَهُمۡۚ** "تم نہیں پاؤ گے قوم کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ دوست بنائیں ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی مول لی اگرچہ وہ ان کے آباء ہی کیوں نہ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے قبیلے والے" سورۃ مجادلہ آیت 22۔ امام قرطبی کہتے ہیں کہ عبد اللہ ابنِ مسعود نے فرمایا یہ آیت حضرت ابو عبید بن جراحؓ کے بارے میں نازل ہوئی تھی جنہوں نے اپنے والد عبد اللہ بن جراح کو اُحد یا بدر میں قتل کیا تھا۔ ابو عزیر بن عمیر بن ہشام جو حضرت مصعب بن عمیر کے بھائی تھے، بدر کے دن مشرک قیدیوں میں سے تھے۔ ابو عمیر بیان کرتے ہیں: میرا بھائی میرے پاس سے گزرا جب انصار کے ایک شخص نے مجھے قیدی بنا لیا تھا۔ اور میرے بھائی نے کہا: اس کے ہاتھ کے بندھن سخت کرو، اس کی ماں بہت مالدار ہے وہ اس کے بدلے تمہیں بہت کچھ دے گی!(سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ 645)۔ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے: کچھ اہلِ علم نے مجھے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **يَا أَهْلَ الْقَلِيبِ، بِئْسَ عَشِيرَةُ النَّبِيِّ كُنْتُمْ لِنَبِيِّكُمْ، كَذَّبْتُمُونِي وَصَدَّقَنِي النَّاسُ، وَأَخْرَجْتُمُونِي وَآوَانِي النَّاسُ، وَقَاتَلْتُمُونِي وَنَصَرَنِي النَّاسُ...** "اے قلیب کے لوگو! کتنے برے لوگ ہو تم، اے نبی کے خاندان والو۔ تم نے مجھے جھٹلایا جبکہ اور لوگوں نے میری تصدیق کی اور مجھ پر ایمان لائے۔ تم لوگوں نے مجھے نکال دیا جبکہ اور لوگوں نے مجھے تحفظ دیا، تم نے مجھ سے قتال کیا جبکہ اور لوگوں نے میری مدد و نصرت کی۔۔۔" (البدایہ والنہایہ جلد 5 صفحہ 151)۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ اس وقت کہا جب مسلمانوں نے بدر کے دن مشرکین کو قتل کرنے کے بعد انہیں بدر کے کنوئیں میں پھینک دیا تھا۔ اسلام نے اسلامی عقیدے کے تعلق و رشتہ کو قومیتوں اور نسب و نسل کے تمام رشتوں پر غالب کر دیا تھا۔ مسلمان عرب میں ایک عقیدے پر مبنی مضبوط وجود بن کر ابھرے تھے۔ اور اس رشتے کی مضبوطی نے انہیں تمام جزیرہ نما عرب پر اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے اور پھر روم و فارس کو چیلنج کرنے میں مدد فراہم کی۔

یہ بات انتہائی عجیب ہے کہ آج مسلمان اس بات سے لاعلم ہیں کہ کس طرح وہ اپنے کافر دشمنوں کے ہاتھوں ہزیمت سے دوچار ہوئے، جب ان کی سرزمین کو قومیت اور وطنیت کے ذریعے پارہ پارہ کر دیا گیا اور ان علاقوں پر آج بدبودار عصبیت کے باطل جھنڈے لہرا رہے ہیں۔ قومی، وطنی اور فرقہ وارانہ تعلقات نے اسلامی بندھن کی جگہ لے لی ہے۔ اس طرح مسلمان تقسیم ہو گئے ہیں، وہ اپنے ممالک کی سرحدوں کی حفاظت کی قسمیں کھاتے ہیں، وہ سرحدیں کہ جنہیں سائیکس پائیکاٹ معاہدے کے تحت کھینچا گیا تھا۔ ان سرحدوں پر چوکیاں قائم کر دی گئیں ہیں تاکہ مسلمانوں کے آنے اور جانے کی نگرانی کی جاسکے۔ فوجی سپاہیوں اور گارڈز کے کندھوں کو قومی بیجز سے سجایا جانے لگا۔۔۔ اب کچھ باقی نہیں رہا سوائے اس کے کہ یوم آزادی پر ایک فوجی پریڈ ہو، قومی ترانے پڑھے جائیں، جنگی جہازوں کی کرتب بازیاں ہوں، حالانکہ کفار ہر جگہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہے ہیں اور مسلمانوں کے گھروں کو مسمار کر رہے ہیں۔

اہلِ بدر نے اللہ پر یقین کیا اور اللہ نے ان کا یقین پورا کیا:

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ **إِنَّ اللَّهَ – عَزَّ وَجَلَّ - اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: اعمَلوا ما شِئتُم، فقَد غَفَرتُ لَكُم** (مسند احمد) "اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر پر نگاہ ڈالی، جو چاہے کرو میں نے تمھاری بخشش کر دی ہے" بیشک اہل بدر نے اللہ پر یقین کیا اور اللہ نے ان کا یقین پورا کیا۔ وہ اللہ پر یقین کرتے ہوئے اپنے رسول ﷺ کے حکم سے قتال پر گئے۔ اللہ پر یقین کرنے سبب اور اپنے رسول ﷺ کے اطاعت کرنے کے سبب اللہ نے اپنے لشکر کے ذریعے ان کی نصرت کی۔ اللہ فرماتا ہے "**إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الأَقْدَامَ o إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلاَئِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ**(سورۃ انفال آیت 11-12)" (یاد کرو)

جب وہ (اللہ) اپنی طرف سے تمھیں امن و سکون دینے کے لئے تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا، اور آسمان سے تم پر بارش برسا رہا تھا تا کہ تمھیں اس کے ذریعے سے پاک کر دے اور تم سے شیطانی وسوسوں کو دور کر دے اور تا کہ تمھارے دلوں کو مضبوط کر دے اور تا کہ اس کی وجہ سے (تمھیں) ثابت قدم رکھے۔ (اے نبی) جب آپ کا رب فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا کہ بے شک میں تمھارے ساتھ ہوں، چنانچہ تم انہیں ثابت (قدم) رکھو جو ایمان لائے ہیں، میں جلد ہی ان لوگوں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا جنھوں نے کفر کیا، چنانچہ تم (ان کی) گردنوں پر وار کرو اور ان کے ہر (ہر) پور پر ضرب لگاؤ"۔ اللہ تعالیٰ اپنی مدد کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے **إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلاً وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الأَمْرِ وَلَكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ** (سورۃ آیت انفال 43)"(اے نبی یاد کریں) جب اللہ نے آپ کے خواب میں آپ کو ان (کفار) کی تعداد کم کر کے دکھائی اور اگر وہ آپ کو ان کی تعداد زیادہ دکھاتا تو تم لوگ ضرورت ہم ہار دیتے اور اس معاملے میں آپس میں اختلاف کرتے لیکن اللہ نے (تمھیں) بچالیا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے خواب میں جب کفار کو دیکھا تو ان کی تعداد کم تھی پھر آپ ﷺ نے اس خواب کے بارے میں صحابہؓ کو بتایا اور اس طرح اللہ نے ان کو مزید ہمت اور حوالے سے نوازا (تفسیر قرطبی)۔ اللہ پاک نے اپنی قدرت سے مشرکین کی تعداد کو کم کر کے دکھایا تا کہ مشرکین کو جنگ کی جگہ پر جمع کرے اور مسلمانوں کو ان کے خلاف اقدام کی ہمت دے کر اپنے وعدہ کو پورا کر دے۔ عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مشرکین کی تعداد ہماری نظروں میں اتنی کم تھی کہ میں نے اپنے برابر والے شخص سے کہا" مجھے تو ستر کی تعداد معلوم ہو رہی ہے اور تمھیں؟" تو اس نے کہا "ایک سو" اور جب ہم نے ایک شخص کو قیدی بنایا اور اس سے پوچھا کہ تم لوگ کتنے تھے۔ تو اس نے کہا کہ ہم تعداد میں ایک ہزار تھے۔ سدی نے بیان کیا ہے کہ "مشرکین کے کچھ لوگوں نے کہا کہ اب جب کہ قافلہ جا چکا ہے (کہ جس کے پیچھے مسلمان نکلے تھے) تو واپس لوٹ چلتے ہیں تو ابو جہل نے کہا اب محمد اس کے صحابہ نے ارادہ کر لیا ہے تو جب تک ہم ان کو ختم نہیں کر لیتے ہم گھر نہیں جائیں گے۔ محمد اور اس کے ساتھی تو ذبح کردہ اونٹ ہیں کہ جنہیں تر نوالہ بنایا جائے (تفسیر بغوی جلد دوم صفحہ 298)۔ ابنِ اثیر نے لکھا ہے "عاتکہ بنت عبد المطلب نے مکہ آنے سے تین دن قبل ایک خواب دیکھا تھا۔ جس نے اسے خوفزدہ کر دیا، اس نے یہ خواب اپنے بھائی عباس کو بتایا، وہ کہتی ہیں کہ ایک اونٹ سوار آیا اور اس نے ابطح میں کھڑے ہو کر چیخ کر یہ اعلان کیا اے آل غدر، تین دن میں اپنے قتل ہونے کی جگہ کی طرف نکلو۔ لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ پھر وہ اپنا اونٹ لے کر مسجد حرام کی طرف گیا اور وہاں پر اس نے کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر پھر وہی اعلان کیا پھر وہ جبل ابی قبیس پر چڑھ گیا اور وہاں سے وہی آواز لگائی اور اوپر سے اس نے ایک چٹان پھینکی جب وہ چٹان نیچے پہنچی تو ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ رہا جس میں اس کا کوئی ٹکڑا نہ گرا ہو۔ اور جب قریش جحفہ کے مقام پر پہنچے تو جہیم بن صلت بن مخرمہ بن مطلب بن عبد مناف نے بھی ایک خواب دیکھا۔ اس نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک گھوڑے پر سوار شخص آرہا ہے اور اس کے پاس ایک اونٹ بھی ہے، پھر اس شخص نے کہا، عتبہ، شیبہ، ابو جہل اور اس کے علاوہ بہت سارے لوگ قتل ہو گئے ہیں، تو ابو جہل نے طنزاً کہا "یہ بھی بنو مُطلب میں سے ایک نبی ہے، عنقریب پتہ چل جائے گا کہ کون کون لڑائی میں مارا جائے گا۔ (الکامل فی التاریخ)۔ دو خواب کفار قریش پر بہت اثر انداز ہوئے، چنانچہ وہ ہچکچاہٹ اور تردد کے ساتھ میدان میں اترے جبکہ مسلمان جوش و خروش کے ساتھ مقابلے کیلئے سامنے آئے۔ مسلمانوں اور کفار میں بہت فرق تھا، مسلمانوں کو یقین تھا کہ انہیں دو میں سے ایک سعادت حاصل ہو گی، یعنی فتح یا شہادت جبکہ کفار اپنے دل میں چھپی نفرت یا دل میں بھرے ہوئے بغض یا ایک مٹھی بھر دینار کے لئے میدان میں اترے۔ اور پھر ان کی بربادی ان کے سامنے تھی۔

یہ غزوۂ بدر ہے جسے اللہ تعالیٰ یومِ فرقان کا نام دیا اور جو کہ رمضان میں پیش آیا۔ اس کے بعد بھی کئی رمضان مسلمانوں کے لیے فتح کا پیغام لے کر آئے۔ لیکن افسوس کہ جب سے خلافت ختم ہوئی کتنے ہی رمضان گزر گئے مسلمانوں نے نہ ہی عزت کا مزہ چکھا اور نہ ہی فتح کی حلاوت محسوس کی۔ اور ایسا ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ جب ان پر ایسے ظالم حکمران مسلط ہیں کہ جو مردِ میدان نہیں۔ یہ حکمران امریکہ، یورپ، روس اور یہود سے دوستی کرنے میں لگے ہوئے ہیں کہ گویا انہیں اس بارے میں معلوم ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا** (138) **الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا** "منافقین کو خوشخبری دے دو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے وہ جنہوں نے کافروں کو دوست بنایا مسلمانوں کی بجائے۔ وہ ان سے عزت چاہتے ہیں حالانکہ ساری عزت اللہ ہی کیلئے ہے" (سورۃ نساء آیت 139، 138)۔ لیکن یہ حکمران اس امت کی مستقل قسمت نہیں۔ ان کے محل اتنے مضبوط نہیں کہ وہ سیلاب کی مانند امڈتی ہوئی اُمت کے سامنے کھڑے رہ سکیں کہ جو ان حکمرانوں کو اپنی گردن سے اتار پھینکنے اور اپنی عظمتِ رفتہ کو بحال کرنے کے لیے پر جوش ہے، ان حکمرانوں کی سازشیں بے نقاب ہو چکی ہیں، اور ان کے پھلائے ہوئے شر سے پردے ہٹ چکے ہیں۔ اب صرف خلیفہ ہی مسلمانوں کا نجات دہندہ اور ڈھال بنے گا جس کی وجہ سے مسلمان اسلام کے جھنڈے تلے ایک ہونگے اور اللہ کے راستے میں یہود سے لڑیں گے، ہلکے ہوں یا بوجھل، اور امریکہ اور اس کے حواریوں کو شکست ہو گی، اور ہر اس غدار کو جس نے مسلمانوں کی تباہی کا بیڑا اٹھایا، انشاء اللہ۔

واخرو دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

الوعی میگزین شمارہ 400-401